شمائل نبوی ﷺ کا قرآنی پہلو: تجزیاتی مطالعہ

Quranic aspect of Prophetic attributes: Analytical studies

* عادل حسین، ایم فل اسکالر، اسلامک اسٹڈیز، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر
** ڈاکٹر حافظ محمد ابرار اعوان، پی ایچ ڈی، اسلامک اسٹڈیز، شیخ زاہد اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

ABSTRACT

Attributes of Prophet Muhammad (PBUH) are of utmost importance for Muslims as they have been instructed by Quran to follow the prophet in all aspects of life. Each act of the messenger of Allah is declared as the Sunnah which is to be taken into consideration as the way of getting blessings of Allah almighty if followed. This is the reason for Muslim scholars have established a science of acts of the prophet with the title of "Shumayl-UL-Nabi" and Islamic scholarship has produced rich literature in this field. In this article, the crux of that literature has been presented with the references of Quranic verses. The purpose behind this study is to enhance the knowledge of readers about the Prophetic appearance on one side, and on the other side, it is meant to urge adheres of Islam to act according to whatever has been conveyed to them through the literature produced by mainstream scholars .

Key Words: Prophet, Islam, Sunnah, Shumayl, Quran, Hadith

اسلام ایک آفاقی دین ہے جس کی بنیاد توحید و رسالت ہے۔ بحیثیت مسلماں حضور رحمت عالم ﷺ کی محبت و اتباع ہمارا ایمانی فریضہ اور حصول محبت الٰہی ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فا تبعونی یحببکم اللہ[1] اور لقد کان

1. سورہ ال عمران, 3: 31

لکم فی رسول الله اسوة حسنة[2] اور محبت واتباع تب تک ممکن نہیں جب تک کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے خَلقی امتیازات، خُلقی اوصاف اور ایک ایک سنت کا علم و معرفت نہ ہو جائے۔آپ ﷺ کو رب کائنات نے چونکہ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نہایت احسن تقویم کا شاہکار بنا کر بھیجا۔

فن شمائل مسلمانوں کی سیرت سازی اور عملی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کتب شمائل میں آقائے نامدار کے حسن وجمال، گفتار و کردار اور حیاۃ طیبہ کا دل نشین نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور الفاظ کی تصویر میں قلب و نظر کو آپ ﷺ کی ذات چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ آنحضور ﷺ کے سراپائے اقدس اور کمالات و محاسن کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے ہر دور کے محدثین، مفسرین، سیرت نگاروں اور شمائل نگاروں نے شمائل نبوی ﷺ کے عنواں سے گراں قدر اور قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ سب سے پہلے اس موضوع پر ابوالبختری وہب بن وہب الاسدی[3] (متوفی: ۲۰۰ھ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے صفة النبی ﷺ کے نام سے موسوم ایک کتاب لکھی۔ پھر امام ترمذی (متوفی: ۲۷۹ھ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے لفظِ شمائل سے شمائل نبوی ﷺ پر الشمائل النبويه والخصائل المصطفويه المعروف الشمائل المحمديه کے نام سے موسوم ایک کتاب لکھی۔اس کے بعد اور بھی بہت سی کتب لکھی گئی چند ایک درج ذیل ہیں۔

1. ابو محمد عبداللہ بن محمد جعفر الاصبهانی متوفی: ۳۶۹ھ کی اخلاق النبی ﷺ وآدبه
2. ابوالعباس جعفر مستغفری متوفی: ۴۳۲ھ کی شمائل النبی ﷺ
3. ابو محمد ابن الفراء بغوی متوفی: ۵۱۵ھ کی الانوار فی شمائل النبی ﷺ
4. ابن المقری متوفی: ۵۵۲ھ کی الشمائل بالنور الساطع الكامل
5. الازدی الغرناطی متوفی: ۶۴۶ھ کی مطالع الانوار فی شمائل المختار
6. ابن کثیر متوفی: ۷۷۳ھ کی شمائل الرسول ﷺ و دلائل نبوته و فضائله و خصائصه
7. ابن حجر الهیثمی متوفی: ۹۷۳ھ کی اشرف الوسائل الی فهم الشمائل

---

2. سورہ الاحزاب، 33: 21
3. العمری، اکرم ضیاء، السیرۃ النبویہ الصحیحہ، مکتبہ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع اول، 1415ھ، 53/1

8. سیوطی متوفی: ۹۱۱ھ کی زهر الخمائل علی الشمائل

9. ملا علی قاری متوفی: ۱۰۱۴ھ کی جمع الوسائل فی شرح الشمائل

مذکورہ کتب کے علاوہ شمائل نبوی ﷺ کے باب میں کثیر کتب تصنیف ہوئیں۔ لیکن ان تمام میں احادیث جمع کی گئی ہیں، شمائل نبوی ﷺ کا قرآنی پہلو بالاستعاب نہیں پیش کیا گیا۔ تاہم زیر نظر مقالہ "شمائل نبوی ﷺ کا قرآنی پہلو: تجزیاتی مطالعہ" میں شمائل کی تعریف و تحدید کی گئی ہے اور اس کے علاوہ حدیث، سیرت، شمائل اور تاریخ میں امتیازی فرق اور ادبِ شمائل کے ماخذ کا مختصر تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد شمائل نبی ﷺ کا قرآن کی روشنی میں کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

شمائل کی لغوی واصطلاحی تعریف:

شمائل عربی زبان کا لفظ ہے۔ قرآن مجید میں بھی شمائل کا لفظ آیا ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: "عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمائِلِ سُجَّداً لله" [4] اور ایک جگہ یوں آیا: "وَعَنْ أَيْمانِهِمْ وَعَنْ شَمائِلِهِمْ ولاتَجِدُ أَكْثَرهمْ شَاكِرِيْن"۔ [5]

لفظِ شمائل جمع ہے اور اس کا مفرد "الشِّمال" شین کی زیر کے ساتھ ہے۔ لسان العرب میں مذکور ہے:

الشِمال: الخُلُق، والجمع "الشمائل" [6]

قاموس میں ہے کہ شمائل اصل میں اخلاق اور طبائع کو کہتے ہیں۔ الشمال : الطبع اور اس کی جمع شمائل ہے۔

المنجد میں کچھ یوں آیا:

---

4. سورہ النحل, 16: 48

5. سورہ الاعراف, 7: 17

6. ابوالفضل جمال الدین ابن منظور آفریقی المصری، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر بیروت، 2010، ج: 11، ص 365، مادہ: ش، م، ل

" شمائل جمع ہے "الشمال" کی جس کا معنی: طبیعت، عادت اور سیرت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: "ليس مِنْ شِمالي أنْ أعْمَلَ بِشِمَالي "میری عادت نہیں کہ میں بائیں ہاتھ سے کام کروں"[7]

جمع الوسائل مؤلفہ "ملا علی قاری" میں شمائل کی وضاحت ان الفاظ میں مذکور ہے:

"احمد نکری کے کتاب دستور العلماء میں آیا ہے: شمائل خصائل حمیدہ اور طبائع حسنہ کو کہتے ہیں۔ اور شمائل شمیلہ کی جمع ہے جیسے شمائم جمع ہے" شمیمہ " کی اور کرائم جمع ہے" کریمہ " کی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شمائل جمع ہے شِمال کی۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کریم الشمائل یعنی اچھی طبیعت وخصلت اور عمدہ اخلاق والا ہے۔"[8]

کسی شاعر نے کہا ہے کہ

هُمُ قَوْمي، وقد أَ نْكَرْتُ منهمُ　　　شَمَائِلَ بُدِّلُوها مِنْ شِمَالي

"وہ میری قوم ہے، میں نے ان کے اخلاق کارد کر دیا ہے جوانہوں نے میرے اخلاق سے بدل دیے ہیں۔"[9]

شمائل کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں "شمائل" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واحوال اور عادات کو کہتے ہیں اور بالفاظ دیگر "رسول اکرم ﷺ کے اخلاق وعادات، فضائل وشیم اور شب وروز کے معمولات کی تفصیلات کا نام ہے"۔[10]

ملا علی قاری نے جمع الوسائل فی شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

انما يبحث فيهاعن اخلاقه ﷺ واوصافه الظاهره والباطنه[11]

علامہ قسطلانی نے شمائل کی تعریف یوں بیان کی ہے:

---

7. لویس معلوف، المنجد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2009، ص: 447، مادہ: ش،م،ل
8. ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد القاری، الحنفی، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، جامعہ ام القری، سعودیہ، 1429، جزء ثانی ص: 32
9. ابو الفضل جمال الدین ابن منظور آفریقی المصری، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر بیروت، 2010، ج: 11، ص 365، مادہ: ش،م،ل
10. سیرت نبوی کے قدیم واولین مآخذ اور ان کا تنقیدی جائزہ از ڈاکٹر تقی الدین ندوی، معارف دار المصنفین، ص 44
11. ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد القاری، الحنفی، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، جامعہ ام القری، سعودیہ، 1429، جزء ثانی ص: 35

فیما فضله الله تعالیٰ به من کمال خلقته وجمال صورته کرمه تعالیٰ من الاخلاق الزکیه وشرفه من الاوصاف الحمیده المرضیه

وما تدعو ضروة حیثه الیه ﷺ

" اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے حضور ﷺ کو کمال درجے کی تخلیق اور ظاہر شکل وصورت میں جمال عطافرمایااور پاکیزہ اخلاق اور اوصاف

حمیدہ سے نوازا نیز آپ کے ذاتی گزر بسر کے احوال کو شمائل کا نام دیا جاتا ہے۔" [12]

علامہ نبہانی فرماتے ہیں:

ما فضله الله تعالیٰ به من کمال خلقته وجمال صورته واخلاقه الزکیة واوصافه المرضیة وما تدعو ضرورة حیاته الیه وهو تشتمل

علی شمائله الشریفة

" جو تخلیقی، جسمانی حسن وجمال، پاکیزہ اخلاق، پسندیدہ عادات اور ہر وہ صفت جو ضروریات زندگی میں سے ہے ان تمام میں اللہ تعالیٰ نے آپ

ﷺ کو جو فضیلت دی ہے۔ یہ سب آپ ﷺ کے شمائل میں شمار ہوتے ہیں"۔ [13]

سیرت کا لغوی واصطلاحی معنیٰ

سیرت کے لغوی معنیٰ چلنا، راستہ لینا، رویہ یا طریقہ اختیار کرنا، روانہ ہونا اور عمل پیرا ہونا ہے۔[14] عربی زبان میں "**فِعله**" کے وزن پر جو مصدر آتا ہے اس کا معنیٰ کسی کام کا طریقہ یا کسی کام کو اختیار کرنے کے انداز اور اسلوب ہوتا ہے۔ جیسے **ذِبحه** کے معنیٰ ہے: ذبح کا طریقہ، اور **قِتله** کے معنیٰ ہیں: قتل کا طریقہ [15]۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل معانی

---

12. امام قسطلانی، شہاب الدین، ابو العباس احمد بن محمد بن ابو بکر المصری، المواہب اللدنیہ، دار الکتب مصر، 280/1
13. امام نبہانی، یوسف بن اسماعیل، الانوار المحمدیہ من المواہب الدنیہ، رئیس محکمہ الحقوق، بیروت 1/ 194
14. ابو الفضل بلیہاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مطبع مجلس نشریات اسلام کراچی، 1992ء، ص:410، مادہ: س، ی، ر
15. کیرانوی، مولانا وحید الزماں، القاموس الوحید، مطبع ادارہ اسلامیات لاہور، 2001ء، ص:831

میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسلوب، چال چلن، حالت، رویہ، کردار، خصلت وعادت [16]۔ لہٰذا سیرت کے لغوی اور لفظی معنیٰ ہوئے " چلنے کا طریقہ "۔ بعد میں اس معنیٰ میں مزید توسع پیدا ہوا اور زندگی گزارنے کے اسلوب اور انداز کے معنیٰ میں اس کا استعمال ہونے لگا۔

ابتداً سیرت کا لفظ اپنے عام معنیٰ سوانح عمری میں استعمال ہوتا رہا ہے جیسے سیر عائشہ، سیر صحابہ وغیرہ ،اسی طرح امام محمد کی کتابوں کے نام السیر الصغیر، السیر الکبیر آئے، لیکن پھر بہت جلد ہی سیرت کا یہ لفظ آنحضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوگیا۔ چنانچہ آج دنیا کی تمام بولی جانے والی زبانوں میں سیرت کا لفظ عموماً آنحضور ﷺ کی مبارک زندگی (ولادت مبارکہ سے وصال تک) کے حالات وواقعات (سے جو بھی چیز متعلق ہو) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کہا:

آنچه متعلق بوجود پیغمبر ﷺ وصحابه کرام رضوان تعالی علیهم وآن عظام است واز ابتداءِ تولدِآنجناب تا غایتِ وفات آن را سیرت گویند [17]

"وہ جو نبی ﷺ و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے وجود سے متعلق ہو اور آپ ﷺ کی ولادت مبارک سے لے کر وفات تک کے حالات کو سیرت کہتے ہیں۔"

چنانچہ جن جن شخصیات اور قبائل سے آپ کا کسی نہ کسی درجہ میں تعلق رہا، جس معاشرت اور معیشت کا قیام فرمایا، جو انتظامات اور ادارے قائم کیے، جو وثائق اور دستاویزات آپ نے مرتب کرائیں، آپ کے خدام، عمال، کارندگانِ حکومت حتیٰ کہ آپ کی سواریاں، گھوڑے، اونٹنیاں وغیرہ بھی سیرت کے موضوعات میں شامل ہیں۔

حدیث، سیرت اور شمائل کے درمیان فرق

آنحضور ﷺ کی ذات سے متعلق سابقہ تمام معلومات حدیث کا بھی حصہ ہیں، سیرت کا بھی اور شمائل کا بھی۔ محدثین، سیرت نگار اور شمائل نگار تینوں حضرات نے ان معلومات کی طرف توجہ دی ہے، البتہ محدثین کا اصل زور اور اہتمام آنحضور ﷺ کے ارشادات، آپ کے افعال واعمال اور تقریرات پر اس اعتبار سے ہے کہ کیا چیز جائز ہے اور کیا ناجائز؟ اس کے برعکس سیرت نگاروں کا زور اس پر ہے کہ آنحضور ﷺ کا ذاتی طرز عمل، رویہ، انداز واسلوب

16. ایضاً

17. شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، عجالہ، نافعہ

زندگی کیا تھی اور ذات سے خارج میں پیش آمدہ شخصیات، واقعات اور حوادثات کیا تھے؟ جبکہ شمائل نگار آنحضور ﷺ کی صرف ذاتی و داخلی صفات وخصائل خَلقیہ وخُلقیہ کے بیان پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں کہ وہ کیا کیا تھی؟

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ حدیث میں اصل بحث اقوال وافعال اور تقریرات سے ہوتی ہے اور ذات وشمائل رسول ضمناً زیر بحث آتے ہیں۔ اور سیرت میں ذات رسول کے ساتھ ساتھ خارجی امور ومعاملات بھی اصلاً زیر بحث آتے ہیں اور اقوال وافعال پر ضمناً اور تبعاً بحث ہوتی ہے۔ جبکہ شمائل میں صرف ذات رسول (صفات و خصائل خَلقیہ وخُلقیہ) اصلاً زیر بحث آتے ہیں اور خارجی امور ومعاملات زیر بحث نہیں آتے یا اگر زیر بحث آئیں تو ان پر ضمناً اور تبعاً بحث ہوتی ہے۔

تینوں کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ سیرت وشمائل میں درجہء صحت سے فروتر روایات بھی لائق اعتناء ہوتی ہیں جب کہ حدیث میں اس کی گنجائش نہیں۔ جبکہ شمائل میں سیرت سے زیادہ صحت روایات کا الحاظ کیا جاتا ہے جیسے شمائل ترمذی میں امام ترمذی نے اہتمام کیا۔

تینوں کے درمیان ایک اہم فرق یہ بھی ہے کہ صحیح وسقیم مرویات کے مابین امتیاز پیدا کرنے کے لیے محدثین نے جو میزان اور معیار مقرر کیا ہے وہ شمائل نگاروں اور سیرت نگاروں کے اختیار کردہ معیار سے بلند تر ہے۔ اور شمائل نگاروں کا اختیار کرہ معیار سیرت نگاروں سے بلند تر ہے۔

شمائل اور تاریخ کے درمیان فرق

شمائل تاریخ کی ایک نوع ہونے کے باوجود فن تاریخ سے الگ اور ممتاز ہے۔ تاریخ کی چند تعریفیں کی جاتی ہیں ۔ مشہور ماہر تاریخ محی الدین کافیجی متوفی 879ھ نے اپنی کتاب "المختصر فی علم التاریخ" میں یہ تعریف کی ہے: **هوعلم يبحث فيه عن الزمان و احواله وعن احوال ما يتعلق به**[18] تاریخ زمانے، زمانے کے حالات اور ان حالات کے متعلقات کی یقینی تلاش کا نام ہے۔ امام شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ نے اپنی مشہور کتاب "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ" میں لکھا ہے

18. محی الدین کافیجی، محمد بن سلیمان رومی حنفی، المختصر فی علم التاریخ، علم الکتب بیروت، 1990ء، ص:16

إن التاريخ فنٌ يبحث فيه عن وقائع الزمان وحيثية التعيين والتوقيت[19] زمانے کے واقعات کی موقت جستجو کا نام تاریخ ہے۔

جبکہ شمائل میں بطور خاص آنحضور ﷺ کی ذات و صفات خَلقیہ وخُلقیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ شمائل کے مآخذ جس قدر مستند اور قابل اعتبار ہیں تاریخ کو ان کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں ہے۔ تاریخ کا مدار صحت مند مآخذ کے بجائے قیاس پر زیادہ ہوتا ہے جبکہ شمائل میں قیاس کو قطعاً دخل نہیں ہوتا بلکہ روایات کو من وعن ذکر کردینا شمائل نگار کا پہلا فرض ہے۔

شمائل نبوی کے مآخذ

شمائل نبوی کے دو اہم مآخذ ہیں:

پہلا ماخذ قرآن کریم ہے جس کی صحت اور جس کا درجہ استناد شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے اہم پہلوؤں کے لیے صحیح اور بنیادی معلومات قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق سے متعلق سوال کیا گیا، آپؓ نے فرمایا: " کان خلقه القرآن[20]" ۔ گویا قرآن آپ کے اخلاق کی صحیح اور سچی تفسیر وتصویر ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں زیر نظر موضوع میں مختصراً قرآن سے حضور ﷺ کے شمائل اکٹھے کرنے کی ذمہ داری سرانجام دی گئی۔

دوسرا اہم ماخذ حدیث نبوی ہے جس کی حفاظت وادائیگی میں لاکھوں نفوس قدسیہ نے اپنی جانیں کھپادیں۔ چنانچہ زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق آپ ﷺ کے اقوال وافعال پر مشتمل محدثین عظام نے جو مجموعے تیار کیے ہیں وہ شمائل کو جاننے اور سمجھنے کے اہم ذرائع ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ ثانوی مآخذ اور مصادر بھی ہیں مثلاً

(1) کتب تفسیر

(2) کتب المغازی والسیر

19. سخاوی شمس الدین، محمد بن عبد الرحمٰن، الإعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، دط، 1983م، ص:: 07.

20. طبرانی، المعجم الاوسط، مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان، 1988ء، ج1، ص75

(3) دلائل النبوۃ کے تحت تصنیف کردہ کتابیں مثلاً دلائل النبوۃ لابی نعیم، اعلام النبوۃ للماوردی وغیرہ

(4) وہ کتابیں جو تاریخ اور سیرت دونوں کو جامع ہیں۔ مثلاً تاریخ الامم والملوک للطبری، تاریخ الاسلام للذھبی وغیرہ۔

فائدہ:

شمائل نبوی ﷺ پر گفتگو سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی دو جہتیں ہیں، جو ہمیں دعوت فکر و نظر فراہم کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے ظاہری خط و حال اور امتیازات ذات اور صفات خَلقیہ کیا ہیں۔ آپ ﷺ سراپا حسن و جمال اور احسن تقویم بنا کر بھیجے گئے۔ اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی باطنی خط و حال، صفات خُلقیہ کیا ہیں۔ آپ ﷺ تمام بشری کمالات و محاسن کا مجموعہ بنا کر بھیجے گئے۔ ماقبل دونوں جہتوں کو شمائل نبوی ﷺ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذیل میں دونوں جہتوں سے بحث کی جائے گی۔

شمائل نبوی ﷺ کا قرآنی پہلو

تمہید:

اللہ رب العزت نے آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مقدس ہستی کو تمام نبی نوع انسان کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا آپ کی مقدس شخصیت نہ صرف اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے اور بزم جہاں میں شمع ہدایت بن کر آئی بلکہ آپ ﷺ تمام بشری کمالات و محاسن کا مجموعہ اور سراپا حسن و جمال بن کر تشریف لائے۔

پیکر دلربا بن کے آئے

روح ارض و سما بن کے آئے

سب رسول خدا بن کے آئے

وہ حبیب خدا بن کے آئے

یہ فطرت انسانی ہے کہ وہ جب بھی کسی ہستی یا شخصیت سے متاثر ہو کر اس کا گرویدہ، مطیع یا شیدا ہوتا ہے تو اس کی بنیادی طور پر تین بڑی وجوہات ہوا کرتی ہیں۔

اول: یا تو وہ کسی کی عظمت و رفعت اور فضیلت و کمالات کی وجہ سے متاثر ہو کر اس کا گرویدہ ہو جاتا ہےاور اس سے محبت کرنے لگتا ہے،اس کا تابع و مطیع ہو جاتا ہے۔اس جہت سے اگر حضور ﷺ کی ذات بابرکات کو پیش نظر رکھا جائے تو آپ ﷺ نبوت و رسالت کے سب سے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز دکھائی دیتے ہیں۔ نبوت و رسالت کے تمام تر درجات، کمالات، معجزات اور فضائل جو مختلف انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے وہ سب آپ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں بلکہ جو سب پیغمبروں اور رسولوں کو جداجدا ملا وہ میرے آقا مصطفیٰ ﷺ کو یکجا ملا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری

آنچه خوباں همه دارند تو تنها داری

دوم: جس کی وجہ سے انسان کسی سے متاثر ہوتا ہے وہ اس کے اخلاق و کردار اور خصائص کی اعلیٰ خوبیاں ہیں اگر کسی کے ہم پر بہت زیادہ احسانات ہوں یا کوئی بے حد مہربان و غمگسار اور شفیق ہو تو بھی آپ اس کے احسانات کی وجہ سے دل سے اس کی عزت و قدر کرتے ہیں اور نتیجتاً اس سے عقیدت و محبت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کائنات میں سب سے اعلیٰ اخلاق پر فائز ذات بھی مصطفیٰ ﷺ کی ہے جن کے اخلاق کے عظیم ہونے کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دے دی: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ.[21] "اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الٰہیہ سے متّصف ہیں"۔

سوم: ایسا حسن و جمال اور خوبصورتی کہ جس کی وجہ سے انسان بے ساختہ کسی سے والہانہ محبت و عشق کرنے لگ جاتا ہے اور بے خود و دیوانہ ہو کر کسی پر دل و جان سے فدا ہو جاتا ہے اس کے حسین و جمال پیکر دلربا کو دیکھ کر بندہ بے ساختہ اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اگر اس پہلو یا اس زاویہ نگاہ کے مطابق سراپا مصطفیٰ ﷺ پر نگاہ ڈالی جائے تو یہاں پر حسن و جمال کی تمام تر رعنائیاں اور خوبصورتی کے تمام تر معیار حسن مصطفیٰ ﷺ پر نثار نظر آتے ہیں آپ کو رب کائنات نے چونکہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھیجا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت احسن تقویم کا شاہکار بنا کر بھیجا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ حضور علیہ السلام کے حسن سراپا کے بارے میں اپنے نعتیہ کلام میں کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

---

21. سورہ القلم، 68: 4

واحسن	منک	لم	ترقط	عینی
واجمل	منک	لم	تلد	النساء
خلقت	مبرا	من	کل	عیب

کانک قد خلقت کما تشآء

سردست ہمارا منشاء اس بات کا کھوج لگانا ہے کہ حضور ﷺ کے شمائل مبارکہ کے باب میں جو احادیث کا عظیم ذخیرہ موجود ہے قرآن اس کی تائید میں کیا صادر کرتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر مصطفیٰ اور سیرت مطہرہ اور شمائل و فضائل کے باب میں قرآن سے بڑھ کر زیادہ مستند اور معتبر ذریعہ کوئی نہیں چنانچہ قرآن نے حضور ﷺ کے سراپا مبارک، حسن مجسم، اوصاف حمیدہ، فضائل جمیلہ اور خصائل کریمہ کا بیان ایسے دلآویز انداز سے کیا ہے کہ عاشقان جمال مصطفیٰ اور خصائل مجتبیٰ ﷺ سن کر وجد میں آجاتے ہیں اور ان کے دل میں عشق و محبت کے ایسے چراغ روشن ہو جاتے ہیں جنہیں حوادث زمانہ کی کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی۔ ذیل میں صفات خَلقیہ کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔

قرآن اور صفات خَلقیہ مجموعہ سراپا مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

1. وجود مسعود سراپا نور کا بیان:

قرآن حضور ﷺ کے وجود مسعود کو سراپا نور قرار دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ جَآئَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ [22]

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)"۔

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں نور سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ چنانچہ امام طبری تفسیر طبری میں اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

یعني بالنور، محمدًا صلى الله عليه وسلم الذي أنار الله به الحقَّ، وأظهر به الإسلام،ومحق به الشرك، فهو نور لمن استنار،[23]

22. سورہ المائدۃ، 5: 15

23. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، مرکز البحوث والدراسات العربیہ والاسلامیہ، دار ہجر، قاہرہ، 2001، ج 8، ص 264

امام سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

{قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ اللَّه نُور} هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {وَكِتَاب} قُرْآن [24]

علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ عظيم وهو نور الأنوار والنبي المختار صلّى الله عليه وسلّم[25]

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِالنُّورِ مُحَمَّدٌ وَبِالْكِتَابِ الْقُرْآنُ[26]

2. حسن سراپا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراج منیر قرار دینا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. وَّ دَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِه وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

"اے نبیّ (مکرّم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)"۔ [27]

حضور ﷺ کے حسن سراپا کو سراج منیر قرار دیا جانا ایک قرآنی استعارہ ہے۔ سراج لغت میں آفتاب یا چراغ کو کہتے ہیں اور منیر اسے کہتے ہیں جو دوسروں کو روشن کردے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود نہ صرف خود روشن و منور ہے بلکہ چاروں طرف روشنی بھی بانٹ رہا ہے۔

3. حضور ﷺ کی عمر مبارک اور حیاۃ مبارکہ کی قسم کھانا:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی پوری زندگی کی قسم کھائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

---

24. سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان بن ابو بکر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص 97
25. آلوسی، شہاب الدین، ابو الفضل محمود البغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج 3، ص 269
26. فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الفکر، 1981، ج 11، ص 194
27. سورہ الاحزاب، 33: 45 تا 46

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ. [28]

"(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمرِ مبارک کی قَسم، بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بد مستی میں سر گرداں پھر رہے ہیں"۔

اللہ نے کسی نبی و پیغمبر کی پوری زندگی کی قسم یوں نہیں کھائی یہ منفرد مقام و مرتبہ صرف حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو حاصل ہے کہ آپ کی پوری زندگی کی قسم کھائی جارہی ہے۔

4. چہرہ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسم:

قرآن مجید کے صفحات حضور ﷺ کے جسد اطہر کے اعضاء مبارک یعنی چہرہ انور، گیسوئے مبارک اور چشمان مقدس کے ذکر تک سے معمور ہیں۔

وَالضُّحٰی. وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی. مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی. [29]

"قَسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہو کر اپنا نور پھیلاتا ہے)۔ اور قَسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی ناراض ہوا ہے"۔

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں چاشت کی طرح چمکتے ہوئے چہرہ زیبا کا ذکر والضحیٰ کہہ کر اور آپ ﷺ کے شانوں کو سیاہ رات کی طرح چھائی ہوئی زلفوں کا ذکر واللیل کہہ کر کیا گیا ہے۔

5. حضور ﷺ کے چشمان مقدس کا بیان:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آقا دو جہاں کی چشمان اقدس یعنی مبارک آنکھوں کا بھی ذکر کیا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی. [30]

"اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)"۔

قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال بصارت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

---

28. سورہ الحجر، 15: 72
29. سورہ الضحیٰ، 93: 1 تا 3
30. سورہ النجم، 53: 17

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰ یٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی. [31]

"بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

6. قلبِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن:

حضور ﷺ کے کمال بصارت کے ذکر کے بعد قرآن آپ کے قلب انور کا ذکر بھی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی. [32]

"(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا"۔

7. حضور ﷺ کے سینہ مبارک و صدر انور کا بیان:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سینہ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرح صدر کی دولت عنایت فرمادی۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. [33]

" کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرما دیا"۔

حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے شرح صدر کی دعا کی جسے قرآن نے بیان کیا؛ **رب شرح لی صدری اور** مقام مصطفیٰ ﷺ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے شرح صدری کا اعلان فرمادیتے ہیں اور فرمایا لک تمہارے لیے کھولا تاکہ تو راضی ہو جائے اور کتنا کشادہ کیا، انشراح صدر مقصد اور وسعت کا تعین نہیں فرمایا پس مفہوم کچھ یوں ہو گیا اے محبوب ہم نے آپ کا سینہ اس قدر کھول دیا کہ ارض و سماء کی ساری وسعتیں اس میں سما گئی ہیں۔ میں نے تمام اسرار و رموز کے خزانے آپ کے سینے میں سمو دیئے ہیں۔

8. حضور ﷺ کی پشت مبارک کا بیان:

---

31. سورہ النجم، 53: 18
32. سورہ النجم، 53: 11
33. سورہ الانشراح، 94: 1

قرآن مجید نے حضور پاک ﷺ کے پشت مبارک کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ [34]

"کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم وحکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرمادیا"۔

منصب نبوت اور عظیم پیغمبرانہ مشن کی ذمہ داریوں کا بوجھ جو آپ کی پشت مبارک پر تھا جسے رب العزت نے کمال لطف وشفقت سے ہلکا کر دیا تھا۔

9. گفتارِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر:

قرآن مجید حضور ﷺ کی بول چال، گفتگو اور ذہن مبارک کا ذکر بھی کرتا ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. [35]

"بے شک یہ (قرآن) بزرگی وعظمت والے رسول (ﷺ) کا (منزّل من اللہ) فرمان ہے، (جسے وہ رسالتاً اور نیابتاً بیان فرماتے ہیں)"۔

یہ کتنی عظیم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو رسول کریم ﷺ کے کلام سے تعبیر فرمایا پھر قرآن نے ذہن انسانی سے اس خلیجان کو رفع کرنے کے لیے انسان ہونے کے ناطے اس رسول ﷺ کے کلام کو انسانی کلام پر محمول نہ کرلیا جائے، واشگاف انداز میں اعلان کر دیا کہ میرا رسول خواہش نفس سے ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لاتا بلکہ جو کہتا ہے اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. [36]

"اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے"۔

بس حضور ﷺ کے لب سے جو کلام ہوتا ہے وہ وحی الٰہی ہے، بس اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر وہ وحی جبرائیل امین علیہ السلام کے توسط سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر اترے تو اسے قرآن کہا جاتا ہے اور وہ وحی جلی اور وحی متلو کہلاتی ہے جبکہ دوسری وحی خفی اور غیر متلو کہلاتی ہے اور اسے حدیث کا درجہ حاصل ہے۔

---

34. سورہ الانشراح، 94: 2
35. سورہ الحاقہ، 69: 40
36. سورہ النجم، 35: 3 تا 4

10. فعلِ مصطفیٰ ﷺ فعلِ خدا ہے:

جس طرح حضور ﷺ کی ہر بات از روئے قرآن اور وحی الٰہی ہوتی ہے اسی طرح حضور ﷺ کے فعل کو بھی فعل خداوندی قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ ط یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ. [37]

"(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، انکے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے"۔

اس آیت میں بیعت رضوان کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے حالانکہ صحابہؓ نے حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ درج ذیل اور مواقع بھی ہیں جہاں حضور ﷺ کے فعل کو اللہ نے اپنا فعل قرار دیا:

i. آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ [38]

ii. آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا:

وَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ [39]

iii. آپ ﷺ کے ہاتھ کو کماشانہ اپنا ہاتھ فرمایا:

یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ. [40]

iv. آپ ﷺ کے پھینکنے کو اپنا پھینکنا قرار دیا:

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [41]

v. آپ ﷺ کے بولنے کو اپنی وحی قرار دیا:

---

37. سورہ الفتح، 48: 10
38. سورۃ النساء، 4: 80
39. سورۃ التوبۃ، 9: 62
40. سورۃ الفتح، 48: 10
41. سورۃ الانفال، 8: 17

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [42]

vi. آپ ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی کہا:

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه [43]

vii. آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت فرمایا:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّه مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه [44]

viii. آپ ﷺ کی عطا کو اپنی عطا قرار دیا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ [45]

وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه مِنْ فَضْلِه [46]

ix. آپ ﷺ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ قرار دیا:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا[47]

11. حضور ﷺ کے دست اقدس کا بیان:

قرآن مجید میں اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ہاتھوں کا ذکر اس شان سے کیا ہے کہ دست مصطفیٰ ﷺ کو اپنا دست اقدس قرار دے دیا۔

يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. [48]

---

42. سورۃ النجم، 53: 3،4
43. سورۃ النساء، 4: 14
44. سورۃ التوبۃ، 9: 63
45. سورۃ التوبۃ، 9: 59
46. سورۃ التوبۃ، 9: 74
47. سورۃ الاحزاب، 33: 36
48. سورۃ الفتح، 48: 10

"ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے"۔

12. آپ ﷺ کی ہر ادا باری تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے، نگاہ مصطفیٰ کو باری تعالیٰ کے تکنے کا ذکر:

اللہ تعالیٰ نے چہرہ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر اتنی شان کے ساتھ کیا کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کو تکتے رہنا اور اپنی نگاہوں میں رکھنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جیسا کہ قبلہ کی تبدیلی کے واقع سے معلوم ہوتا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ [49]

"(اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ لیا۔ پس بے شک ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں"۔

13. حضورؐ کے قیام ور کوع اور نشست و برخاست کا ذکر:

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ. وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ. [50]

" جو آپ کو (رات کی تنہائیوں میں بھی) دیکھتا ہے جب آپ (نمازِ تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیں اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے"۔

یعنی اے محبوب ﷺ ہم لمحہ لمحہ آپ کو تکتے رہتے ہیں آپ کو اپنی نگاہوں میں رکھتے ہیں آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو ہماری خصوصی نوازشات سے سرفراز نہ ہو یہاں تک کہ جب تو اٹھتا بیٹھتا ہے تو ہم تیری نشست و برخاست کو بھی دیکھتے ہیں۔

14. حضور ﷺ کی آواز کا ذکر:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی آواز، پکار اور دعا کو باقی لوگوں کی آواز، پکار اور دعا سے جیسا سمجھنے سے منع فرمایا کہ خبردار میرے محبوب کی آواز، پکار اور دعا کو اپنے آواز پکار اور دعا جیسا نہ سمجھ لینا۔ چنانچہ فرمایا:

---

49. سورۃ البقرۃ،2: 144

50. سورۃ الشعراء،26: 218-129

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا [51]

"تم رسول (ﷺ) کی پکارے وبُلانے کو ایسے نہ ٹھہرالو! جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے یا بُلاتے ہے"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کے آداب بجالانے کی تعلیم فرمائی تو حکم دیا خبردار تمہاری آوازیں میرے نبی کی آواز سے اونچی نہ ہونے پائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ. [52]

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیِّ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو"۔

15. آنحضور ﷺ کو مخاطب کرنے کا ذکر:

اللہ تعالیٰ نے اور نبیوں کو نام سے مخاطب کیا لیکن جب بھی حضور ﷺ کو مخاطب کیا تو نام سے نہیں کیا بلکہ کسی صفت سے مخاطب کیا۔ جیسے یا ایھا المدثر، یا ایھا المزمل، یا ایھا النبی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مخاطب کرنے کا ادب بھی سکھایا کہ وہ آپ ﷺ کو عام انسان سمجھ کر بلند آواز سے نہ پکاریں۔

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ. [53]

"اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو"۔

بلکہ قرآن میں جو ایسے مخاطب کرے تو اس کے لئے وعید سنائی گئی ہے:

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [54]

" کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

اور ایک جگہ یوں فرمایا:

---

51. سورۃ النور،63:24
52. سورۃ الحجرات، 49: 2
53. سورۃ الحجرات، 49: 2
54. سورۃ الحجرات 2:49

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ [55]

"بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔"

ما قبل آیت سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو مخاطب کرنے کے ادب کو ملوظ خاطر رکھنا ایک مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

قرآن اور صفات خُلقیہ مجموعہ کمالات و محاسن مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

قرآن نظریہ اخلاق ہے اور رسول ﷺ نمونہ اخلاق ہیں۔جب نظریہ عمل میں ڈھلتا ہے تو عموماً کمی بیشی ہو جاتی ہے۔مگر اخلاق کا نظریہ جتنا معقول اور مستحکم ہے اتنا ہی مستحکم اخلاق کا نمونہ بھی ہے۔اسی لیے دنیا کے بیشتر مفکرین اور معلمین کی نظر میں اخلاق کا درس خوشنما نظر آتا ہے، مگر جب ان کے قریب جایئے تو فکر و عمل کا تضاد اور گفتار و کردار کا اختلاف سامنے آتا ہے۔ لیکن آنحضور ﷺ کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی گفتار جتنی پاکیزہ ہے، کردار اتنا ہی اجھلا نظر آتا ہے ۔ تعلیم جتنی روشن ہے، سیرت اتنی ہی صیقل دکھائی دیتی ہے۔ کہیں پر کوئی جھول یا کسی قسم کا کھوٹ یا دکھاوا نہیں۔ جو شخص سیرت و کردار پاک کی جتنی زیادہ گہرائی میں جائے گا وہ اسی قدر آپ ﷺ کے بلند اخلاق اور پاکیزہ کردار کا مدح سرا نظر آئے گا آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا اصول یہ تھا کہ نیکی کا کوئی کام اور ثواب کا کوئی عمل ہو آپ سب سے پہلے اس پر عمل پیرا ہوتے ۔ آپ ﷺ جب کسی بات کا حکم دیتے تو پہلے آپ اس کو کرنے والے ہوتے۔

سب سے زیادہ صحیح ، کامل اور علمی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے، نہ تحریری نقوش پیش کئے جائیں، نہ ہی جبر و زور سے کام لیا جائے؛ بلکہ فضائلِ اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آجائے جو خود ہمہ تن آئینۂ عمل ہو، جس کی ہر جنبشِ لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے اور جس کا ایک ایک اشارہ امر سلطانی بن جائے۔ دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب ان ہی نفوس قدسیہ ﷺ کا پرتو ہے۔ اور کیوں نہ ہو خود اخالق کائنات نے انہیں سند عظمت خلق عطا فرمائی؛" **انک لعلیٰ خلق عظیم۔** [56] " محبوب آپ انتہائی عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا؛" **لقد کان**

---

55. سورۃ الحجرات 4:49

56. سورۃ القلم 4:68,

لکم فی رسول الله اسوة حسنة[57] " اور خود حضور ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ اور نمونہ اخلاق ہونے کی گواہی دی؛" انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق "مجھے تو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں نیک خصلتوں اور مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ اسی کو سراہتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی آپ کے اخلاق حسنہ کو یوں بیان فرمایا:" کان خلقه القرآن[58] "۔

ذیل میں حضور ﷺ کی صفات خُلقیہ کا ذکر ہے۔

1. حضور ﷺ سراپا رحمت ہونے کا ذکر:

حضور ﷺ کی صفات خُلقیہ میں سے ایک رحمت ہے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تھے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [59]

"اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے"

اللہ نے جس رحمت سے آپ ﷺ کو خاص کیا ہے اس سے آپ ﷺ کے دل کو بھر دیا اور پھر یہ رحمت آپ ﷺ کے سارے جوارح سے صادر ہوتی تھی۔ یہ رحمت عام ہے سارے جہانوں کو خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاص کر مؤمنین کے لئے خصوصی رحمت بنایا چنانچہ فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[60]

"بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے جن پر تمہارا تکلیف مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے۔ (اے لوگو!)

---

57. سورہ الاحزاب,33: 21

58. طبرانی، المعجم الاوسط، مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان، 1988ء، ج1، ص75

59. سورۃ الانبیاء، 21: 107)

60. سورۃ التوبہ، 128:9

وہ تمہاری بھلائی وہدایت کے نہایت ہی چاہنے والے وآرزومند رہتے ہین، مؤمنوں پر بہت ہی مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔''

بلکہ ایک جگہ مؤمنوں پر خصوصی رحمت کرنے اور ان کے لئے نرمی کے بازو جھکانے کا حکم فرمایا۔

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [61]

'' اور اے محبوب! اور اپنے پیروکار مؤمنوں کے لیے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔''

مؤمنوں پر حضور ﷺ کی رحمت کے بہت سے واقعات موجود ہیں جیسے بچوں کے رونے کی وجہ سے تخفیفِ نماز[62]، امت پر گراں ومشقت کے پیش نظر ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم نہ دینا[63]، جہاد کے پسندیدگی کے باوجود جہاد پر نہ جانا[64] اور عشاء کو اول وقت میں پڑھنا اگرچہ آخر اللیل افضل و پسندیدہ ہے[65]۔ اس کے علاوہ کثیر معاملات میں آپ ﷺ نے مؤمنوں پر خصوصی رحم و شفقت فرمائی اور ان سے تخفیف برتی۔

اور ایک جگہ اور زیادہ مؤمنوں پر نرمی کرنے کا حکم فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ[66]

''تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھادو''۔

2. حضور ﷺ کی تواضع اور عاجزی کا ذکر:

---

61. سورۃالشعراء،11: 215)
62. بخاری، محمد بن اسماعیل، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1961ء، ج1، ص 98، حدیث رقم: 686
63. بخاری، محمد بن اسماعیل، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1961ء، ج1، ص 122، حدیث رقم: 396
64. بخاری، محمد بن اسماعیل، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1961ء، ج1، ص 392، حدیث رقم: 2663 بخاری
65. مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1956ء، ج1، ص 228، حدیث رقم: 1043
66. سورۃالحجر.88:15

حضور ﷺ تواضع فرماتے تھے۔آپ ﷺ کی تواضع یہ ہے کہ عاجزی کا اظہار کیا کہ آپ لوگوں سے مختلف نہیں بلکہ انہیں میں سے ایک ہیں سوائے اس کہ اللہ نے انہیں رسالت وحی سے شرف و عزت بخشی۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

"تم فرماؤ: میں (ظاہراً) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"[67]

حضور ﷺ کی یہ تواضع ہی تھی کہ لوگوں میں گل ملتے تھے۔ چنانچہ اسی گلنے ملنے کے بارے میں کفار مکہ کے قول کو قرآن نے یوں بیان کیا۔

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ، لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ - اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ

لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا، وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا - [68]

"اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ اُن کے ساتھ ڈر سناتا یا غیب سے اُنہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔"

3. حضور کو صبر کرنے کے حکم کا ذکر:

حضور ﷺ سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے چنانچہ قرآن میں درج ذیل مقامات پر آپ ﷺ کے صبر کے ذکر ہے:

---

67. سورۃ الکہف، 110:18
68. سورۃ الفرقان، 25: 7,8)

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا،لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا،نَحْنُ نَرْزُقُكَ، وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى [69]

"اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیزگاری کے لیے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ، فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ [70]

"تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو اگر ہم تمہیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ دکھادیں جس کی ہم انہیں وعید سنا رہے ہیں یا تمہیں (پہلے ہی) وفات دیں بہر حال انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ۔ [71]

"تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ کرنے والے تمہیں طیش پر نہ ابھاریں۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ، مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَافَاصْبِرْ ﱠ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ [72]

"یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی تو تم صبر کرو بیشک اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔"

4. حضور کے امین ہونے کا ذکر:

رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل بھی صادق الامین کے لقب سے مشہور تھے۔ اللہ کے امین ہیں اس کی وحی میں

وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ - لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ - ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ - [73]

---

69. سورہ طہ، 20 :132)

70. سورۃ المؤمن، 77:40)

71. سورۃ الروم, 30 :60)

72. ھود 49:11،)

73. سورۃ الحاقہ, 69 :44,45,46

"اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بقُوّت بدلہ لیتے پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔"

حضور ﷺ وحی اور رسالت کے امین تھے اور امانت داری پوری طرح ادا فرمائی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اگر حضور ﷺ کچھ چھپاتے تو یہ آیت ضرور چھپاتے:

وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ[74]

" اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کا اندیشہ تھا اور اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔"

5. حضور مؤمنوں پر سب سے زیادہ حریص ہیں

آپ ﷺ کے شمائل سے ہے کہ آپ لوگوں کو بالعموم اور مومنین کو بالخصوص بھلائی و خیر اور مہربانی و رحم پہنچانے میں سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[75]

"بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے جن پر تمہارا تکلیف مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہاری بھلائی و ہدایت کے نہایت ہی چاہنے والے اور آرزو مند رہتے ہیں، مؤمنوں پر بہت ہی مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔"

6. صدقِ رسول کا ذکر:

آپ ﷺ سب سے زیادہ سچے تھے کیونکہ آپ ﷺ ناطق وحی تھے اور دراصل جو آپ بولتے وہ کلامِ الٰہی ہوا کرتا تھا۔ جیسے کہ فرمان باری ہے:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى[76]

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے۔"

74. سورۃ الاحزاب، 37:33
75. سورۃ التوبہ، 128:9
76. سورۃ النجم، 53: 3،4

حضور ﷺ کی اس دنیا میں سچائی کے ساتھ آنے کی تصدیق خود خالق کائنات نے فرمائی ہے:

وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ [77]

"اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جس نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔"

قلب مصطفیٰ ﷺ نے آنکھوں دیکھے کی تصدیق کی اور ہمیشہ سچا جانا۔ چنانچہ فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى. [78]

"(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا"۔

7. حضور ﷺ کے تقویٰ کا ذکر:

حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ کا علم، معرفت اور خشیت رکھنے والے تھے۔ فرمان باری ہے:

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ [79]

"تم کہو، بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔"

اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ - اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا [80]

"اے نبی اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

حضور ﷺ سب سے زیادہ خوف خدا رکھتے تھے اسی لئے آپ نذیر مبعوث ہوئے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ خود نذیر ہوں اور خوف خدا نہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ قرآن نے آپ ﷺ کے نذیر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

77. سورۃ الزمر 33:39

78. سورۃ النجم، 11:53

79. سورۃ الزمر 13:39

80. سورۃ الاحزاب، 1:33

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ [81]

"اے نبیّ (مکرّم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ - اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ [82]

"تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔"

8. حضور ﷺ عفو ودر گزر بیان:

حضور عفو ودر گزر فرمانے والے ہیں آپ ﷺ کے عفو ودر گزر کو دیکھ کر تو کافر بھی مسلمان ہو جاتے، فتح مکہ اس کا شاہد ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ [83]

"اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔"

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَاۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ [84]

"اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔"

9. حضور ﷺ کا ارفق الناس ہونا:

---

81. سورۃ الفتح, 48: 8

82. سورۃ الاحقاف، 9:46

83. سورۃ الاعراف, 199:7

84. سورۃ الشوریٰ, 40:42

حضور ارفق سب سے زیادہ نرم، رحم اور شفقت و درگزر فرمانے والے تھے۔ یہ نرمی ہی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو میر امت پر سختی کر تو بھی کر اور جو نرمی و رفق برتے تو بھی نرمی والا معاملہ فرما۔[85]

قرآن کریم حضور ﷺ کی ملائمت اور لوگوں سے نرمی سے پیش آنے کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ سخت نہیں ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ، وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ [86]

"تو اللہ کی مہربانی کے سبب اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ۔"

یہی قرآن دوسری جگہ پر پیغمبر ﷺ سے کہتا ہے کہ کفار اور منافقین سے سختی سے پیش آئیں۔

يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ [87]

وہی "غلظ" (سختی) کا مادہ جو پہلے والی آیت میں تھا یہاں بھی ہے لیکن یہاں قانون کے نفاذ اور معاشرے کے امور چلانے اور نظم و ضبط قائم کرنے میں ہے۔ وہاں سختی بری ہے، یہاں سختی اچھی ہے۔ وہاں سختی سے کام لینا برا ہے اور یہاں سختی سے کام لینا اچھا ہے۔

10. حضور ﷺ کے خوش اخلاق اور اچھائی سے بدلہ دینے کا ذکر:

اس آیت میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ، وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ [88]

"تو اللہ کی مہربانی کے سبب اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ۔"

---

85. مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1956ء، ج2، ص 121، حدیث رقم: 3494
86. سورۃ آل عمران، 3: 159
87. سورۃ التحریم، 66: 9
88. سورۃ آل عمران، 3: 159

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَه عَدَاوَةٌ كَاَنَّه وَلِیٌّ حَمِیْمٌ [89]

"اے محبوب! برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔" (فصلت34:41،)

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ-نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ [90]

"اے محبوب! سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کر رہے ہیں۔"

11. حضور ﷺ کی حیا کا بیان:

حضور ﷺ سب سے زیادہ حیادار تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیا کا ذکر قرآن میں درج ذیل الفاظ میں آیا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ،وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ،اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ- [91]

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ، مثلا کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ، بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ بطور حیا تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔"

الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مختلف انداز میں کبھی تمثیل و تشبیہ سے کبھی رمز و اشارہ سے کبھی کنایہ مجاز سے اور کبھی صراحت و ضاحت سے حضور ﷺ کے حسن سراپا جمال اور باطنی محاسن کمال کا ذکر کرتا ہے تاکہ آپ کے حسن و جمال، خصائل کریمہ اور محاسن جمیلہ کے تذکرے سے اہل ایمان کے دلوں میں حضور ﷺ کے لیے عشق و محبت کا داعیہ پیدا ہو تاکہ محبوب کی تقلید و اتباع سے مشام جاں لذت و حلاوت کی چاشنی محسوس کرتے رہیں۔ بے شک یہ عظمت بلا

89. سورۃ حم سجدہ,34:41

90. سورۃ المومنون،96:23

91. سورۃ الاحزاب,53:33

شرکت غیرے حضور ﷺ کے حصے میں آئی ہے کہ آپ جیسا باخلاق اور حسین و جمیل اللہ تعالی نے نہ پیدا کیا ہے نہ کرے گا۔

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

خلاصہ:

ایک مسلمان کے لئے شمائل نبوی ﷺ سے واقفیت انتہائی ضروری ہے، چنانچہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات و صفات، خصائل وعادات، حسن و جمال اور فضائل و محاسن سے باخبر ہو تاکہ آپ ﷺ سے محبت و ایمان میں زیادتی و مضبوطی آئے اور وہ زندگی کے ہر موڑ پر آپ ﷺ کے محاسن جمیلہ اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرسکے۔ شمائل نبوی ﷺ پر بہت سی کتب تصنیف ہوئیں لیکن سب سے پہلے اس موضوع پر ابوالبختری وہب بن وہب الاسدی (متوفی: 200ھ) نے صفة النبی ﷺ کے نام سے موسوم ایک کتاب لکھی۔

فن شمائل ایک مستقل فن ہے جو حدیث، سیرت اور تاریخ سے مختلف اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس فن میں حضور ﷺ کے جبلی اور طبعی خصال و عادات یعنی صفات خَلقیہ اور خُلقیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ جبکہ سیرت کی طرح ذات رسول ﷺ کے علاوہ خارجی امور و معاملات سے بحث نہیں کی جاتی، اور نہ ہی حدیث کی طرح اقوال، افعال یا تقریر رسول ﷺ سے باعتبار جواز و عدم جواز سے بحث کی جاتی ہے۔ اور نہ ہی تاریخ کی طرح زمانے، حالات یا اس کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ فن شمائل نبوی ﷺ کے اولین مآخذ میں قرآن وحدیث ہیں جبکہ ثانوی مآخذ میں کتب تفسیر، کتب مغازی و سیر، کتب دلائل النبوۃ اور پھر کتب تاریخ و سیرت (درجہ بدرجہ) شامل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شمائل نبوی ﷺ کے باب میں قرآن سے بڑھ کر زیادہ مستند اور معتبر ذریعہ کوئی نہیں۔ حضور ﷺ کے شمائل مبارکہ کے باب میں جو احادیث کا عظیم ذخیرہ موجود ہے قرآن اس کی مکمل تائید کرتا ہے۔ اور قرآن مجید واضح الفاظ میں حضور ﷺ کی صفات خلقیہ اور خصائل خُلقیہ بیان فرماتا ہے جو زیر نظر مقالہ " شمائل نبوی ﷺ کا قرآنی پہلو" میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔